© rasailojaraid.com

شورش کاشمیریؒ

مفکرِ احرار چودھری افضل حق☆ رحمتہ اللہ علیہ

ہم جن لوگوں کو بہت جلد بھول گئے ہیں‘ ان میں مرحوم افضل حق بھی ہیں۔ فی زمانہ یارانِ قلم کی جتھہ بندی نے بہت سی قابل قدر شخصیتوں کو طاق نسیان کا گلدستہ بنا دیا ہے اور بہت سی ممیوں کو شہرت کی صف پر لا کھڑا کیا ہے۔

پنجاب مرحوم کی قومی زندگی میں پہلی جنگِ عظیم سے لے کر دوسری جنگِ عظیم تک جن لوگوں نے عزت کا مقام پیدا کیا‘ ان میں بعض شخصیتیں ادب و سیاست کے امتزاج کی مظہر تھیں۔ چودھری صاحب بھی انہی میں سے ایک تھے لیکن سیاسیات کے اختلافی گردوغبار نے انہیں اوجھل کر دیا اور آج وہ محض اس لیے ایک فراموش کردہ عظمت ہیں کہ ان کے گردوپیش اعترافِ محاسن کا کوئی حلقہ نہیں‘ وہ زندگی میں بھی مفلس کا چراغ تھے اور زندگی کے بعد بھی گمنام قبر ہیں‘ جس پر کوئی کتبہ آویزاں نہیں ہے۔

چودھری صاحب کی زندگی ہمیشہ مختلف دھاروں کا سنگھم رہی ہے۔ وہ اپنے گردوپیش کے خلاف بہت بڑا احتجاج تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز پولیس کے سب انسپکٹر کی حیثیت سے کیا تھا۔ جس زمانہ میں وہ پولیس کے سب انسپکٹر بھرتی ہوئے‘ تب ہندوستان میں سے بہت کم لوگ سب انسپکٹر ہوتے تھے‘ اس ’’اعزاز‘‘ کے مستحق چیدہ چیدہ خاندانوں کے چیدہ چیدہ لوگ ہی سمجھے جاتے تھے۔ مرحوم چودھری صاحب ہوشیار پور کے ممتاز راجپوتوں میں سے تھے‘ ان کے بڑے بھائی بھی پولیس میں تھے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ چودھری صاحب پولیس میں رہتے تو عجب نہ تھا کہ اپنی ذہانت و فراست کے بل پر پولیس کا بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرتے اور عین ممکن تھا کہ پنجاب میں جن ہندوستانی پولیس افسروں کی آج تک دھوم ہے‘ ان میں سے ایک ہوتے لیکن تحریک لاتعاون کے آغاز میں مستعفی ہو گئے......سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ ہوشیار پور کے ایک جلسہ عام کو خطاب کر رہے تھے اور چودھری صاحب مرحوم اس جلسہ میں میری تقریر کے نوٹ لے رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک قبول صورت نوجوان کے چھریرے بدن پر تھانیدار کی وردی نے بہت متاثر کیا۔ میں نے اثنائے تقریر کنایۃً کہا:

’’اے کاش! مجھے اس طرح کے نوجوان مل جائیں تو میں چند دنوں میں ہندوستان کی کایا پلٹ دوں لیکن کیا کروں میرے نوجوان تو فرنگی باب کی صف میں وردی پہنے کھڑے ہیں۔‘‘

کچھ دنوں بعد لاہور میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں جمعیت العلماء کا اجلاس منعقد ہوا تو چودھری صاحب نے اس اجلاس میں مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا......انگریزوں کے لیے کسی تھانیدار کا مستعفی ہونا انتظامی نقطۂ نگاہ سے انتہائی خطرناک تھا۔ مسٹر ہری کشن کول اس زمانے میں جالندھر ڈویژن کے کمشنر تھے۔ انہوں نے چودھری صاحب کو ڈرانے، دھمکانے، پھر منانے سمجھانے کی سرتوڑ کوشش کی مگر چودھری صاحب کے قدم اُٹھ چکے تھے اور پیچھے مڑنے کو مطلقاً تیار نہ تھے......انگریزوں نے دو سال کے لیے قید کر دیا۔ بے دردی کا زمانہ تھا‘ چودھری صاحب کوئی بڑے لیڈر یا معروف کارکن نہ تھے۔ اعزہ واقربا سرکار پرست تھے‘ جیلر نے حکام بالا

☆ چودھری افضل حقؒ۔ ولادت: 1891ء انتقال: 8/ جنوری 1942ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ایماء پر سختیاں شروع رکھیں، قید تنہائی میں ڈالا، بیڑیاں لگائیں، چکی پسوائی، کھڑی ہتھکڑی لگوائی، ٹاٹ کے کپڑے پہنوائے، غرض گونا گوں اذیتیں دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی' مگر چودھری صاحب نے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا...... پنڈت بنکی رام شرما قید خانے میں آپ کے ساتھی تھے' وہ رہا ہو کر آئے تو انہوں نے روزنامہ ''بندے ماترم'' میں ان کے خلاف احتجاج کیا' جس سے لوگوں کو پہلی دفعہ ان کی شخصیت اور ہمت کا علم ہوا۔

''دنیا میں دوزخ'' قید خانے کے کوائف' ان کی پہلی تصنیف ہے جو آپ نے رہائی کے بعد قلمبند کی۔ ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی ہوشیار پور نے اس کو شائع کیا اور رہائی کے بعد آپ کو ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

تحریک خلافت ختم ہو چکی تو مختلف رہنماؤں کی صلاحیتوں کا بھرم کھلنے لگا مگر چودھری صاحب رفتہ رفتہ ابھرتے ہی گئے۔ حتیٰ کہ دو چار برس ہی میں صوبہ کے مسلمان لیڈروں کی صفِ اوّل میں شمار ہونے لگے۔ چنانچہ ہندوستان میں اندر خانہ جتنی اتحاد کانفرنسیں منعقد کی گئیں' ان میں پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے آپ کو بھی مدعو کیا جاتا رہا اور ہمیشہ آپ کے مشوروں کی قدر کی گئی...... اس رفتار نے انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ چنانچہ پہلی بار پنجاب کونسل کے انتخابات ہوئے تو ہوشیار پور کے مسلم حلقے سے لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہو گئے...... پنجاب کونسل میں آپ کی قابلیت کے نقش اور واضح ہوئے۔ خود انگریز ممبروں نے ان کی جرأت و قابلیت کا اعتراف کیا اور اس کی شہادت کونسل کے اجلاسوں کی مطبوعہ کارروائیوں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

میاں سر فضل حسین مرحوم آپ کے بے حد گرویدہ تھے' ہمیشہ آپ کی اختلافی تقریر کو توجہ سے سنتے...... وہ تمام زندگی کوشاں رہے کہ چودھری صاحب اپنی موجودہ راہ سے ہٹ کر ان کے ہم قدم چلیں اور حکومت میں شریک ہوں لیکن چودھری صاحب ہمیشہ ان کے اس خیال کی مزاحمت کرتے اور اپنے طرزِ عمل کی سچائی پر اصرار کرتے تھے۔

چودھری صاحب مرحوم انتہائی عاجز طبیعت کے مالک تھے۔ ہمیشہ لیڈروں کی سی خو بو سے پرہیز کیا' انکسار ان کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ کیا ہیں' بس جو کچھ تھے انتہائی عاجزی کے ساتھ تھے...... صرف ایک دفعہ انہوں نے جیل خانوں میں اصلاحات کے مسئلہ پر بعض باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جیل خانوں کے سدھارنے میں' میں نے جو کوششیں کی ہیں' مجھے ان پر جائز فخر ہے۔

جن دنوں بھگت سنگھ اور ان کے ساتھی جیل خانے میں اصلاحات کا مطالبہ کر رہے تھے اور بھوک ہڑتال پر تھے' چودھری صاحب غیر سرکاری وزیٹر ہونے کے علاوہ اصلاحاتی کمیٹی کے ممبر تھے۔ آپ نے اس معرکہ میں جس مستعدی کا ثبوت بہم پہنچایا' اس سے اپنے پرائے سب عش عش کر اٹھے۔ گو آپ کو اس کمیٹی کی رکنیت سے محروم ہونا پڑا لیکن آپ نے ''دنیا میں دوزخ'' کے شعلوں کو ہلکا کرنے میں ایک قابل ستائش کارنامہ سرانجام دیا۔ واقفانِ حال کو معلوم ہے کہ اصلاحات کی سب سے پہلی قسط کے مجوز آپ ہی تھے۔

1930ء میں کانگریس نے ڈانڈی مارچ کیا تو گاندھی جی کے بعد دوسری مجلس عاملہ کے ارکان میں سے ایک آپ بھی تھے...... سردار وٹھل بھائی پٹیل صدر تھے اور مالویہ ایسے رہنما رکن' دہلی میں مجلس عاملہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کو گورکھپور جیل میں رکھا گیا' جہاں آپ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ''زندگی'' سپردِ قلم کی...... اس کتاب کے شائع ہوتے ہی آپ کے قلم کی دھاک بیٹھ گئی۔ چراغ حسن حسرت نے اس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جو باتیں علامہ اقبالؒ نے بیسیوں اداؤں کے ساتھ کہی ہیں' وہ چودھری صاحب نے سیدھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سادے الفاظ میں لکھ دی ہیں۔مولانا ظفر علی خانؒ نے ''زندگی'' کی تعریف میں نظم لکھی۔تمام ملک کے جرائد ورسائل نے خراج ادا کیا ......پنجاب یونیورسٹی نے پہلا انعام پانچ سو روپے دیا' سالہا سال یہ کتاب ادیب عالم کے نصاب میں رہی اور غالباً اب بھی شریک نصاب ہے۔

1921ء کے بعد' آپ نے پنجابی رفقاء کے ساتھ مل کر اپنی الگ راہ قائم کی' چنانچہ 1929ء میں جس مجلس احرار کی بنا ڈالی گئی تھی اس کو مسلمانوں کی ایک علیحدہ تنظیم کے طور پر زندہ کیا گیا۔تحریک کشمیر کی ہمہ گیری نے انہیں دماغِ احرار کا درجہ دیا۔سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ انہیں پیار سے احرار کے ''مہاتماجی'' کہتے تھے۔تحریک کشمیر سے لے کر دوسری جنگ عظیم کے مختلف ملی ہنگاموں تک ان کی شخصیت کے دونوں پہلو ابھرتے گئے......

ادبی زندگی میں انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔''میرا افسانہ''(2 جلد۔خود نوشت سوانح)''جواہرات'' (افسانے)''شعور''(ڈرامہ)''محبوبِ خدا''(حضور ﷺ کے سوانح)''دین اسلام''(اسلامیات)''خطوطِ افضل حق''(بیٹی کے نام خط)''تاریخ احرار''اور انگریزی میں ''پاکستان وچھوت چھات......''

افسوس ہے کہ ہمارے تنقید نگاروں نے ان کی ادبی زندگی سے انصاف نہیں کیا' حالانکہ وہ اسلوب سے لے کر مقصدیت تک صاحبِ طرز تھے۔ہمارے ہاں بعض افسانہ نگاروں نے صرف ایک مجموعہ یا ایک افسانہ کی بنا پر ادب اردو میں جگہ حاصل کی ہے اور اس کی وجہ محض ادب میں دھڑے بندی ہے ورنہ ادب کی کوئی ترازو ایسی نہیں جس میں چودھری صاحب کے رشحاتِ قلم تل نہ سکتے ہوں اور ان کا پلڑا مقابلتاً جھکا ہوا نہ ہو......اگر ادب کا مقصد تفسیر حیات، تنقید حیات اور تعمیر حیات ہے تو ''زندگی'' اس معیار پر پوری اترتی ہے' جتنا اثر اذہان پر ''زندگی'' نے ڈالا ہے اتنا شاید اس دور میں نثر کی کسی ایک کتاب نے نہیں ڈالا۔لیکن کج روی کی حد ہے کہ ادب کے سیاسی ناقدروں کی نگاہیں اس طرف اٹھتی ہی نہیں اور اٹھتی ہیں تو پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔

......سیاسی زندگی میں چودھری صاحب ''مسلمان سوشلسٹ'' تھے۔ایک زمانہ میں انہوں نے ''اسلام میں امراء کا وجود نہیں'' لکھ کر علماء کی صفوں میں ہیجان پیدا کر دیا تھا۔حتیٰ کہ ان کے کئی احرار ساتھی بھی ان کے خلاف ہو گئے تھے۔حالانکہ جو بات وہ کہنا چاہتے تھے' اس کے مبادی کا شعور بھی ان حضرات کو نہ تھا۔

''تاریخ احرار'' بظاہر احرار کی تاریخ ہے لیکن حقیقتاً مسلمانوں میں طبقاتی احساس کے نشو ونما کی تاریخ ہے۔مرحوم نے اس کتاب میں احرار کے جھروکے سے اپنا ذہن بکمال وتمام پیش کیا ہے۔اس کے مطالعہ سے ان کے غصے اور احتجاج کا اندازہ ہوتا ہے جو ان کے دل میں امراء کے طبقہ کی بدولت کھولتے تھے۔وہ چاہتے تھے کہ قرآن مجید میں سرمایہ داری کے خلاف جو احکامات ہیں' ان کو یکجا کریں اور پھر ان تفسیروں، تعبیروں اور تاویلوں کے بخیے ادھیڑیں جنہیں مختلف اوقات میں حکمرانوں کے منشاء کے مطابق ڈھالا گیا لیکن اس کی راہ میں کئی دیواریں حائل تھیں' مثلاً:

1۔ وہ اس مضمون کی صدیوں پرانی وسعتوں کو سمیٹنے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔

2۔ جس وقت انہوں نے اس انداز میں سوچنا شروع کیا وہ نظر و بحث کی اس تکرار کے لیے موزوں وقت نہ تھا۔

3۔ جس ماحول میں وہ خود رہ رہے تھے' وہاں ''دانشور'' تھوڑے اور ''مجذوب'' زیادہ تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی، لیکن وضعداری پر ایک ثانیہ کے لیے بھی آنچ نہ آنے دی...... جو کمایا، احرار کی نذر کیا، ان کے اخلاص و دیانت کی مثالیں اس دور کی پوری تاریخ میں ناپید ہیں...... ہندوستان میں ایثار پیشہ لیڈروں کی کمی نہیں، گو مسلمانوں میں اس کا قحط ہی رہا، لیکن چودھری صاحب محدود ہونے کے باوجود بے پایاں تھے، انتہائی سیر چشم، اچھے گھرانے میں پرورش پا کر فقیری کی زندگی اختیار کی، دفتر احرار کی بالائی منزل میں قدم رکھا تو پھر اترے نہیں اور اترے تو دوش پر...... آخری سفر کے لیے...... دنوں فاقے کئے لیکن دن بھر کے ساتھ بیٹھنے والوں کو خبر نہ ہونے دی۔ مسکراتا چہرہ، متحرک آنکھیں، نرم گفتار، کہیں سے پیسے مل گئے، بعض کتابوں کی رائلٹی مل گئی یا پنجاب کونسل میں حاضریوں کا چیک آ گیا تو اکثر و بیشتر احباب میں تقسیم ہو گیا۔

شاہ جیؒ کو جماعت کے لیے ضرورت ہے، مولانا حبیب الرحمٰن سوالی ہیں، ماسٹر جی کے پاس کرایہ نہیں، جانباز مانگتا ہے، سردار شفیع کو ہل جوتنے کے لیے کچھ رقم درکار ہے، فلاں رضا کار کی شادی ہے، فلاں کارکن بیمار ہے، اس کے پاس دوا کے لیے پیسے نہیں...... اور چودھری صاحب ہیں کہ اپنے آپ کو بیچ کر ان مطالبات کو پورا کر رہے ہیں۔

شہر میں عید ہے، گھر میں فاقہ، کوئی ساتھی سویاں لے کر آ گیا تو عید ہو گئی ورنہ سب اچھا!

دو دفعہ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے، ایک دفعہ نمکین ستیہ گرہ کی تحریک کے آغاز میں استعفیٰ دے دیا، تیسری دفعہ پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا لیکن رہ گئے...... اور رہ اس طرح گئے کہ صوبجاتی خودمختاری کے تحت پہلا انتخاب تھا، اب کہ وزارتیں قائم ہو رہی تھیں، سردار سکندر حیات ہر قیمت پر شکست دلوانا چاہتے تھے، لاہور کے بہت سے لولے، لنجے اور ہتھ کٹے ہوشیار پور کے حلقۂ انتخاب میں درآمد کئے گئے، جنہوں نے بازو پھیلا پھیلا کر اعلان کیا کہ تحریک مسجد شہید گنج میں ان پر جو کچھ بیتی، اس کا ذمہ دار چودھری ہے۔ مسلمان جذباتی قوم، ہوا کا رخ پلٹا، چودھری صاحب ہار گئے۔ پھر اس کے بعد کبھی منتخب نہ ہو سکے، جب کھڑے ہوتے یونینسٹ پوری طاقت سے مقابلہ کرتی، نتیجہ یہ نکلتا کہ شکست کھا جاتے۔ ایک دفعہ راقم نے عرض کیا:

''چودھری صاحب! الیکشن لڑنے سے فائدہ؟ ہمیشہ تو زک اٹھانا پڑتی ہے۔''

ہنسنے لگے: ''شورش! میں اس لیے الیکشن نہیں لڑتا کہ مجھے جیتنا ہی ہے، میں اس لیے بھی الیکشن لڑتا ہوں کہ مسلمان امراء کو یہ احساس ہو کہ غریب ان کا مقابلہ کر سکتا ہے اور غرباء میں یہ ذہن پیدا ہو کہ امراء کا مقابلہ کرنے سے عزتِ نفس بڑھتی ہے۔''

چودھری صاحب کی مجموعی قید کوئی آٹھ یا نو برس ہے۔ جن سپرنٹنڈنٹوں اور جیلروں کے پاس انہیں مختلف جیلوں میں رہنے کا اتفاق ہوا، وہ ان کی سیرت کے شاہد تھے، تقریباً سب متفق الرائے تھے کہ وہ سیاسی قیدیوں میں غیرت مندی، خودداری اور بہادری کے اعتبار سے گوہر یکدانہ تھے، ہر سانحہ کو انہوں نے لبیک کہا، جو مصیبت آئی خندہ پیشانی سے جھیلی، کبھی کسی آفت پر اُف نہ کی ...... دمہ کا مرض جیل ہی میں لگا، آواز صاف تھی اس میں نام کو بھی خراخراپن نہ تھا لیکن جیل خانے میں ہمیشہ کے لیے گلا رندھ گیا۔ آخری بار ستمبر 1939ء میں قید ہوئے، ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں دمہ الٹا، حکومت نے علالت کو جان لیوا ہوتا دیکھا تو رہا کر دیا، بہتیرا علاج کیا لیکن:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخر افقِ حریت کا یہ ستارہ 8/جنوری 1942ء کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

انسانی سیرت کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ جو لوگ اس میں رچ بچ گئے ہوں وہ بھی اس کے کردار کی گواہی دیں۔ چودھری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے زندگی کے ہر موڑ میں ساتھیوں سے خراج وصول کیا۔ ان کے سب سے بڑے دشمن کا نام حقہ تھا۔ وہ تمبا کو نوشی کے سخت خلاف تھے' انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی اس کے خلاف جہاد کیا اور مسلمانوں کی سیاسی تحریکوں کی ناکامی کے اسباب میں اس کو سرفہرست رکھا ہے۔ اس کا تلخ تجربہ انہیں تحریک کشمیر میں ہوا' جبکہ احرار کے فراہم شدہ زراعانہ میں سے نصف روپیہ قیدی رضا کاروں کو سگریٹ مہیا کرنے میں اٹھ گیا۔ کیونکہ بصورت دیگر ان کے معافی مانگ کر نکل آنے کا اندیشہ تھا اور اس صورت میں عزت بھی ختم ہو جاتی' اس کے علاوہ وہ حقہ نوش کو کاہل سمجھتے اور تمبا کو کی مضرتوں کو ام الامراض سے تعبیر کرتے تھے۔

ان کے سامنے کوئی حقہ نہیں پی سکتا تھا۔ عام رضا کاروں کو ہمیشہ اجتناب کی تلقین کرتے بلکہ ان سے عہد لیتے' مطلب کی بات یہ ہے کہ احرار کے ممتاز رہنماؤں میں ایک آدھ رہنما کے سوا چوٹی کے سبھی لیڈر حقہ نوشی کے خلاف تھے......

افراد جماعت کے بارے میں ان کا نقطہ نگاہ اتنا صاف تھا کہ بسا اوقات پڑھ کر حیرت ہوتی' بعض سیاسی تحریکوں کے متعلق انہوں نے عجیب و غریب تجزیئے کئے ہیں۔ علامہ اقبال کو وہ اپنی صف میں سے سمجھتے تھے' مولانا ابوالکلام آزادؒ علم کا شہنشاہ جن کے ماتھے پر داغدار الفاظ سے شکن آ جاتی ہے۔ جواہر لال نہرو کو سیاست کا لاڈلا بچہ جو چاندی کا چمچ لے کر پیدا ہوا ہے۔ گاندھی جی کو شاطر سیاستدان جو مہاتما اور مدبر کا ایک دلآویز آمیزہ تھے۔ کانگریس کو وہ ہندو سرمایہ داری کا قلعہ اور مسلم لیگ کو ظالم امراء کی آخری جائے پناہ سمجھتے تھے۔ غرض خلاصہ کلام یہ تھا کہ:

''امراء کبھی اس غریب کو ساتھ لے کر نہیں چلتے جوان کی بات پر سوچتا ہو' ان سے اختلاف کرے' ان کے مقابلہ میں ذہین ہو اور ان سے علیحدہ بھی اپنی شخصیت کو ابھار سکے۔''

چودھری صاحب میں یہ چاروں خصوصیتیں بدرجہ آخر تھیں۔ نتیجہ معلوم کہ وہ بساطِ سیاست پر ایک پٹے ہوئے مہرے کی طرح ختم ہو گئے' حتیٰ کہ زمانے کے ساتھ انہیں دوست بھی بھول گئے۔

نام اس کا ملت بیضا کے پروانوں میں تھا
وہ بہر صورت عظیم الشان انسانوں میں تھا
تذکرہ اس کا ادب کے تذکروں کی آبرو
غلغلہ اس کا سیاست کے دبستانوں میں تھا

(''نقوش'' سیرت نمبر)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس' تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

© rasailojaraid.com